Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

The Crescent of Rabi' al-Awwal as the Cosmic Herald of "Amin al-Ummah": A Phenomenological and Socio-Ethical Re-evaluation of Prophetic Trusteeship in the Post-Modern Era

سیرتِ نبوی ﷺ اور ربیع الاول کا چاند: بطور "امینِ امت" بصیرت، امانت داری اور معاشی و اخلاقی بحرانوں کا نبوی حل

Asad Raza
Phd Scholar, The Islamia University of Bahawalpur

Abstract

The annual sighting of the crescent moon of Rabi' al-Awwal in the Islamic calendar traditionally marks the commemoration of the birth and terrestrial arrival of the Prophet Muhammad (Peace Be Upon Him). However, reduced merely to ritualistic observations, the profound philosophical, ontological, and socio-ethical dimensions of this temporal herald remain under-analyzed within contemporary academic discourse. This research paper posits a novel conceptual framework, examining the crescent of Rabi' al-Awwal not merely as a chronological marker, but as a cosmic and existential herald of "Amin al-Ummah" (The Supreme Trustee of the Ummah). By synthesizing classical Islamic jurisprudence, historical Seerah sources, and modern socio-economic theories, this study deconstructs the multidimensional construct of Amanah (Trusteeship) embodied by the Prophet (PBUH) both prior to and following the divine declaration of Prophethood.

The investigation asserts that the epithet Al-Amin, historically acknowledged by the pre-Islamic Quraysh, was not a localized moral designation, but an essential precursor to a universal paradigm of ethical governance, economic justice, and institutional integrity. Through a comparative analytical lens, the paper scrutinizes the contemporary crisis of institutional trust, moral deficit, and socio-economic exploitation prevalent in modern governance structures, contrasting them with the socio-ethical ecosystem established by the Prophetic Model. The study highlights three core domains: First, the Metaphysical Dimension of Amanah, examining the celestial burden accepted by humanity (Al-Ahzab: 72) and realized through Prophetic guidance. Second, the Socio-Economic Framework of

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

Prophetic Governance, analyzing the abolition of exploitative market mechanics (Riba, fraud, monopoly) and the establishment of meritocracy (Kafa'ah). Third, the Phenomenological Symbolism of the Crescent, interpreting its cyclical recurrence as a perpetual invitation to institutional, intellectual, and moral renewal (Tajdeed). Ultimately, this paper demonstrates that the Prophetic paradigm of Amin al-Ummah offers an indispensable blueprint for mitigating contemporary existential, economic, and socio-political crises, transcending temporal and cultural boundaries.

Keywords: Prophetic Seerah, Rabi' Al-Awwal, Amin Al-Ummah, Amanah (Trusteeship), Socio-Ethical Governance, Moral Economy, Meritocracy, Phenomenological Analysis, Islamic Jurisprudence

باب اول: فلکیاتی استدلال اور فلسفہ ءامانت

ماہِ ربیع الاول اسلام کی تاریخ کا وہ متبرک اور بلاحجاب سعادتوں والا مہینہ ہے جس میں سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، حضرت محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ ﷺ کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔ اس مہینے کی آمد سے کائنات کی تاریکی کافور ہوئی اور انسانیت کو ہدایت کی نویلی روشنی میسر آئی۔ تاریخِ انسانیت میں متعدد انقلابات آئے لیکن جو ہمہ گیر اور عالمگیر انقلاب بعثتِ نبوی ﷺ کے ذریعے برپا ہوا، اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اس مہینے میں مسلمان نہ صرف خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کی اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگیوں پر نافذ کرنے کا عزم بھی کرتے ہیں۔

علمی تمہید اور مسئلہ تحقیق

طلوعِ ہلالِ ربیع الاول کا مظہر اسلامی قمری تقویم میں محض ایک فلکیاتی واقعیت یا تقویمی تبدیلی کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ انسانی تاریخ کی اس عظیم ترین لہر کی تذکیر ہے جس نے ہستی کے وجودی اور تمدنی توازن کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ روایتی محافل اور تاریخی کتب میں اکثر ربیع الاول کے قمری طلوع کو صرف ملائکی اور ولادتی روایات تک محدود کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس قمری علامت کا وہ عمیق عمرانی، معاشی اور فلسفیانہ پیغام اوجھل ہو جاتا ہے جو انسانی معاشرے کی بنیادی ترین قدر "امانت داری (Trusteeship)" سے مربوط ہے۔

موجودہ عصر کا سب سے بڑا تمدنی المیہ "بحرانِ اعتماد (Crisis of Trust)" ہے۔ دنیا کے جدید معاشی، سیاسی اور تکنیکی ادارے انسانیت کو مادی ترقی تو فراہم کر

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

چکے ہیں، مگر وہ انسانی برادری کو اخلاقی سلامتی اور امانت داری فراہم کرنے میں یکسر ناکام رہے ہیں۔ اس تناظر میں، جب ربیع الاول کا چاند افق پر نمودار ہوتا ہے، تو وہ کائنات کے جریدے پر یہ اعلان کرتا ہے کہ دنیا کی تاریکیوں کا حل کسی وقتی معاشی نظریے میں نہیں، بلکہ اس ذاتِ بابرکت کی پاسبانی اور "امینِ امت" کے اسوہ میں مضمر ہے جس کی گواہی تاریخ نے بعثت سے قبل اور بعد یکساں طور پر دی۔

امانت کا وجودی اور قرآنی تناظر

قرآنِ کریم نے امانت کے تصور کو محض چند اخلاقی اصولوں یا مالی حفاظت تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے کائنات کا سب سے بڑا وجودی بار قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۖ اِنَّه كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ [1]

ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی پھر انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور اس انسان نے اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم بڑا نادان تھا۔

اس آیہ مبارکہ کی اشاریائی تعبیر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ "امانت" کا مطلب کائناتی نظم، اختیاراتِ الٰہیہ کی پاسداری، اور اخلاقی ذمہ داری کو اپنے ارادے سے قبول کرنا ہے۔[2] جہاں آسمان، زمین اور پہاڑ اس بارِ گران کی تاب نہ لا سکے، وہاں انسانی وجود نے اسے اٹھانے کا جوکھم لیا۔[3] لیکن انسانی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ انسان اپنی جہالت اور ظلم کی بنا پر اس امانت کی خیانت کرتا رہا۔ ربیع الاول کے چاند کی ہستی اس وجودی ضرورت کی تکمیل ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو "امینِ امت" بنا کر بھیجا تاکہ انسان کو اس کا بھولا ہوا عقلاً امانت یاد دلایا جائے۔

قمری علامت نگاری

اسلامی شریعت میں چاند (ہلال) کو وقت کی پیمائش اور عبادات کی ترتیب کے لیے ایک فطری میقات بنایا گیا ہے:

﴿يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ [4]

آپ سے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دو یہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت کے اندازے ہیں۔

[1] القرآن الكريم، سورة الأحزاب، الآية: 72۔
[2] ابن كثير ،عماد الدين اسماعيل بن عمر ،**تفسير القرآن العظيم**(بيروت:دارالكتب العلمية،1419ھ)483/6۔
[3] القرطبی،محمد بن احمد،**الجامع لأحكام القرآن** (القاهرة:دار الكتب المصرية،1964ء)252/14۔
[4] القرآن الكريم، سورة البقرة، الآية: 189۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

تاہم، ربیع الاول کا ہلال اپنی علامت نگاری میں دیگر مہینوں سے ممتاز ہے۔[5] چاند جب تاریکی سے نکل کر ایک باریک لکیر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، تو یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ باطل اور ظلم کا اندھیرا جتنا بھی گہرا ہو، حق اور امانت کا ایک باریک ہلال بھی پورے افق کو منور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہر سال ربیع الاول کے چاند کا اعادہ اس بات کی دلیل ہے کہ امتِ مسلمہ کا "امینِ امت" سے رشتہ جامد نہیں بلکہ حرکی ہے۔

بابِ دوم: عہد آفرین "الامین": بعثت سے قبل اور بعد کا ارتقائی تجزیہ

۲۔۱ مکی معاشرے میں "الامین" کا عمرانی مقام

بعثت سے قبل کا مکی معاشرہ جہاں شرک اور سود خوری کا گڑھ تھا، وہاں اخلاقی دیوالیہ پن اپنے عروج پر تھا۔[6] اس تاریک فضا میں نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی ایک ایسے قلعے کی مانند ابھری جس پر دوست اور دشمن، دونوں کو مکمل اعتماد تھا۔[7] تعمیرِ کعبہ کے موقع پر حجرِ اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کے نزاع پر قریش کی ثالثی کا واقعہ (بعثت سے ۵ سال قبل، عمر مبارک ۳۵ سال)۔ اہلِ مکہ کا آپ ﷺ کو "الصادق" اور "الامین" کا لقب دینا کسی سوسائٹی کا اپنے سب سے معتبر فرد کو دیا جانے والا اعلیٰ ترین سندِ اعتبار تھا۔

قریشِ مکہ کا بالاتفاق آپ ﷺ کو اعلانِ نبوت سے قبل "الامین" ماننا اس بات کا تاریخی ثبوت ہے کہ نبوی اخلاقیات اور سماجی شفافیت نے مکی سوسائٹی میں ایک مسلمہ اتھارٹی قائم کر دی تھی۔ قبیلوں کے درمیان ممکنہ خونریز جنگ کو رداء (چادر) کی عملی حکمتِ عملی کے ذریعے اشتراکِ عمل میں بدلنا، آپ ﷺ کے غیر معمولی سیاسی ادراک اور بحرانوں کے تدبرانہ حل کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ جملہ قریش کے اس فکری تضاد کو واضح کرتا ہے کہ جو قوم آپ ﷺ کی انفرادی صداقت و امانت کی عالمگیر ضامن تھی، وہی بعد میں عقائدی و طبقاتی مفادات کے ٹکراؤ کے باعث آپ ﷺ کی لائی ہوئی نظریاتی و الہامی دعوت کی معارض بن گئی۔

حلف الفضول میں کردار

مظلوم تاجروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے بنو ہاشم اور دیگر قبائل کے ساتھ مل کر کیا جانے والا یہ معاہدہ نبوی امانت داری کا ابتدائی عملی درآمد تھا۔ آپ ﷺ نے بعثت کے بعد بھی فرمایا کہ:

[5] محمد بن جرير الطبري، **جامع البيان عن تأويل آي القرآن** (بيروت: مؤسسة الرسالة، 2000ء) 3/ 560۔
[6] عبد الملك بن هشام، **السيرة النبوية لابن هشام** (القاهرة: مصطفى البابي الحلبي، 1955ء) 1/ 133۔
[7] محمد بن سعد البغدادي، **الطبقات الكبرى** (بيروت: دار صادر، 1968ء) 1/ 128۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ، وَلَوْ أُدْعَى بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ[8]

میں عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدے (حلف الفضول) میں موجود تھا کہ مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ (عرب کا سب سے قیمتی مال) ملنا بھی پسند نہیں، اور اگر اسلام کے دور میں بھی مجھے ایسے (مظلوم کی نصرت کے) معاہدے کی طرف بلایا جائے تو میں ضرور لبیک کہوں گا۔

نبی کریم ﷺ کا یہ بیان اس بنیادہ فقہی وکلامی حسیات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اسلام میں "عدل" اور "نصرتِ مظلوم" کی قدریں کسی خاص مذہبی یا قبیلَائی شناخت کی پابند نہیں ہیں۔ بعثت سے قبل دورِ جاہلیت کے ایک غیر مذہبی اخلاقی معاہدے کو اسلام لانے کے بعد بھی قائم رکھنے اور اس میں شمولیت کی آرزو ظاہر کرنا اس بات کا محکم ثبوت ہے کہ اسلام عالمگیر انسانی قدروں، مشترکہ اخلاقی میثاقوں اور مظلوم کی دادرسی کو دینی وشرعی فرائض ہی کا ایک معنوی حصہ گردانتا ہے۔

غیر مسلم دنیا سے بین الاقوامی معاہدات کی شرعی توثیق

عصری بین الاقوامی تعلقات کے تناظر میں یہ روایت ایک کلیدی الاصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ثابت کرتی ہے کہ مسلم ریاستیں یا قلیتیں امن، عدل، انسانی حقوق کی بہبود اور مظالم کی روک تھام کے لیے بین الاقوامی اداروں، معاہدوں اور چارٹرز (مثلاً اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے منشور) کا نہ صرف حصہ بن سکتی ہیں بلکہ اخلاقی وشرعی طور پر ان کی پابند بھی ہیں۔ نبوی اسوہ یہ باور کراتا ہے کہ مقصد اگر خیر اور قیامِ عدل ہو تو اس کا مبدا یا آغاز خواہ غیر مسلم معاشرہ ہی کیوں نہ ہو۔

انسانی وقار اور غیر جانبدارانہ قانونِ حکمرانی

جاہلی عرب کا ساختار "عصبیت" اور "عنصری تفاخر" پر قائم تھا جہاں اصول "انصر اخاک ظالما او مظلوما" (اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم) کے غلط مفہوم پر مبنی تھا۔ حلف الفضول کے ذریعے اس قبیلَائی تعصب کو توڑ کر "مظلوم کی بلا امتیازِ مذہب ونسب مدد" کا جو اصول وضع کیا گیا، آپ ﷺ نے اس کی توثیق کر کے ریاستِ مدینہ سے قبل ہی ایک آئینی وقانونی اخلاقیات کی بنیاد رکھ دی تھی، جو موجودہ دور کے بحرانِ انصاف اور طبقاتی ناہمواری کے علاج کے لیے ایک روشن مشعلِ راہ ہے۔

تحکیم حجرِ اسود

بعثتِ نبوی ﷺ سے ۵ سال قبل (جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی)، سیلاب کے باعث خانہ کعبہ کی عمارت کو شدید نقصان پہنچا۔ قریش نے مل کر کعبہ

[8] البيهقي، احمد بن الحسين، **السنن الكبرى**، كتاب الغصب، باب ما جاء في حلف الفضول (بيروت: مؤسسة الرسالة، سن) حديث: 13426، 367/6؛ ابن هشام، **السيرة النبوية**، تحقيق: مصطفى السقا وآخرون، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، سن) 134/1؛ احمد بن حنبل، امام، **المسند**، مسند عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه (بيروت: مؤسسة الرسالة، سن) حديث: 1655، 193/3؛ ابن كثير، عماد الدين اسماعيل بن عمر، **البداية والنهاية**، (بيروت: دار إحياء التراث العربي)، 291/2؛ البيهقى، احمد بن الحسين، **دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة** (بيروت: دار الكتب العلمية، 1405ھ) 38/2۔

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

کی جدید بنیادوں پر تعمیرِ نو کی۔تاہم جب عمارت حجرِ اسود کے مقام تک پہنچی تو اس مقدس پتھر کو اس کی جگہ پر نصب کرنے کے شرف پر قریش کے قبائل میں سخت نزاع پیدا ہو گیا، حتیٰ کہ بنو عبد الدار اور بنو عدی نے خون سے بھرا پیالہ لا کر اس میں ہاتھ ڈبو کر مر مٹنے کی قسمیں کھا لیں۔چار پانچ دن کے اس ہنگامی تعطل کے بعد قریش کے معمر ترین سردار ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی نے تجویز دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے بابِ بنو شیبہ سے صحنِ کعبہ میں داخل ہو، اسے ثالث تسلیم کر لیا جائے۔اگلے روز جب سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو تمام قبائلی رؤسا بے ساختہ پکار اٹھے: "هَذَا الأمِينُ، رَضِينَا بِهِ، هَذَا مُحَمَّدٌ ﷺ"۔آپ ﷺ نے اپنے سیاسی تدبر اور بے نظیر حکمتِ عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک چادر بچھائی، حجرِ اسود کو اس پر رکھا اور تمام قبائلی سرداروں کو چادر کے کنارے تھام کر اٹھانے کا حکم دیا، پھر اپنے دستِ مبارک سے اسے نصب فرما کر ایک ممکنہ اور مہلک قبائلی جنگ کو طویل امن میں بدل دیا۔

هَذَا الْأَمِينُ، رَضِينَا بِهِ، هَذَا مُحَمَّدٌ۔[9]

یہ (محمد ﷺ) 'امانت دار' (امین) ہیں، ہم ان کے فیصل ہونے پر مکمل طور پر راضی ہیں، یہ محمد (ﷺ) ہیں۔

بعثت سے قبل قریش کا آپ ﷺ کو بالاتفاق 'الامین' تسلیم کرنا ثابت کرتا ہے کہ نبوی ذات کا فردی و اخلاقی اعتماد مکی سوسائٹی میں ایک مسلمہ اور قانونی اتھارٹی بن چکا تھا۔خونریز جنگ کے دہانے پر کھڑے معاشرے کو ایک چادر کے ذریعے اشتراکِ عمل پر آمادہ کرنا آپ ﷺ کی غیر معمولی سیاسی بصیرت اور انتظامی قابلیت کا مظہر ہے۔تمام قبائلی سرداروں کو حجرِ اسود اٹھانے میں برابر کا شریک بنانا اقتدار و شرف کی مساوی تقسیم کا ایک بے نظیر اور تاریخی ماڈل ہے۔آپ ﷺ کا فیصلہ کسی ایک قبیلے کی ترجیح کے بجائے اجتماعی خیر پر مبنی تھا، جس نے عرب کے روایتی عصبیت پر مبنی آئین کو مکمل طور پر ناکارہ بنا دیا۔اس واقعہ نے مکہ کے روایتی افتراق کو منٹوں میں اتحاد میں بدل کر یہ ثابت کیا کہ بحرانوں کا حل طاقت کے بجائے دانش مندانہ حکمت سے ممکن ہے۔اور قریش کے اس تاریخی المیے کو ننگا کرتا ہے کہ جس ذات کی صداقت و امانت پر انہیں کامل ایمان تھا، اسی کی الہامی دعوت کو انہوں نے طبقاتی مفادات کے تحت مسترد کر دیا۔

نبوت اور امانتِ الٰہیہ کا نفاذ

بعثت کے بعد "الامین" کا دائرہ کار محض ذاتی اخلاقیات سے نکل کر ایک عالمگیر انقلابی ریاست پر محیط ہو گیا۔آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ رسالت بذاتِ خود ایک امانت ہے:[10]

[9]ابن ہشام،**السيرة النبوية**،1/196-197؛ابن اسحاق،محمد،**سيرة ابن إسحاق(السيَر والمغازي)**تحقيق:سهيل زكار،(بيروت:دار الفكر، 1978ء)105؛الطبرى،محمد بن جرير،**تاريخ الرسل والملوك**(مصر:دار المعارف، سن)2/288-290؛ابن كثير،**البداية والنهاية**،2/302۔
[10]البيهقي،**دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة**،2/45۔

OPEN ACCESS

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

وَاللهِ يَا عَمُّ، لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِينِي، وَالْقَمَرَ فِي يَسَارِي عَلَى أَنْ أَتْرُكَ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يُظْهِرَهُ اللهُ أَوْ أَهْلِكَ فِيهِ مَا تَرَكْتُهُ۔[11]

اللہ کی قسم! اے میرے چچا! اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں کہ میں اس کام (دعوتِ حق) کو چھوڑ دوں، یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے یا میں اس کی راہ میں ہلاک (فنا) ہو جاؤں، تب بھی میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

ہجرت مدینہ کا واقعہ امانت داری کی عظیم ترین مثال ہے جہاں جان کے پیاسے دشمنوں کی امانتیں بھی آپ ﷺ نے حضرت علی کے ذریعے بحفاظت ان کے مالکان تک پہنچائیں۔[12] یہ تاریخی اعلان ثابت کرتا ہے کہ نبوی دعوت کسی مادی مفاد، سیاسی سودے بازی یا طبقاتی مصالحت پر مبنی نہیں بلکہ مکمل طور پر الہامی مقصدیت پر قائم تھی۔ سورج اور چاند 'کا استعارہ کائنات کی عظیم ترین مادی طاقت اور حسن کو ظاہر کرتا ہے، جسے رد کر کے آپ ﷺ نے ثابت کیا کہ حق کی راہ میں دنیا کی کوئی ترغیب رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ چچا ابو طالب کی شدید جذباتی و قبیلائی وابستگی اور دباؤ کے باوجود اپنے موقف پر قائم رہنا ظاہر کرتا ہے کہ الہٰی مشن پر رشتہ داری اور سماجی تعلقات کبھی حاوی نہیں ہو سکتے۔ یا اسے غالب کر دوں یا ہلاک ہو جاؤں" کے الفاظ اس بات کا محکم ثبوت ہیں کہ ایک حقیقی رہبر اور داعی اپنے مشن کی کامیابی یا اس کی راہ میں فنا ہونے کو ہی آخری مقصد سمجھتا ہے۔ قریشِ مکہ کی طرف سے دی جانے والی تمام سیاسی و معاشی پیشکشوں کو اس جرات مندانہ جواب سے اخلاقی اور نفسیاتی سطح پر مکمل شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ موجودہ دور میں باطل، جابرانہ نظاموں اور مادی لالچ کے سامنے اصولوں پر ڈٹ جانے کا یہ واحد اور سب سے بڑا آفاقی ماڈل ہے جو کسی بھی نظریاتی تحریک کی بنیاد بنتا ہے۔

باب سوم: ربیع الاول کا چاند بطور تحریکی و فکری استعارہ

طلوعِ ہلال اور تجدیدِ بصیرت

اسلامی فکری روایت میں وقت کا تصور میکانکی یا صرف ہندسوں کی گنتی کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک معنوی اور ارتقائی سفر ہے۔ قمری تقویم میں "ہلال" کا نیا طلوع انسان کو کائنات کی تغیر پذیری اور تجدیدِ خودی کا درس دیتا ہے۔ ربیع الاول کا ہلال بالخصوص تاریکی، جہالت اور ناانصافی کے ادوار کے خاتمے اور "نورِ نبوت" کے آغاز کی علامت ہے۔ جس طرح ہلالِ نو ایک باریک اور مدہم لکیر سے شروع ہو کر کامل بدر بنتا ہے، بالکل اسی طرح شعبِ ابی طالب اور مکہ کی گھاٹیوں میں محصور اور مظلوم دکھائی دینے والی نبوی دعوتِ امانت و عدل رفتہ رفتہ تمام جابرانہ اور استحصالی نظاموں کو شل کرتی ہوئی کرۂ ارض کے تمام گوشوں پر حاوی ہو گئی۔

[11] ابن ہشام، **السيرة النبوية**، 265/1؛ ابن اسحاق، **سيرة ابن إسحاق**، 135؛ الطبری، **تاريخ الرسل والملوك**، 324/2؛ ابن کثیر، **البداية والنهاية**، 63/3۔
[12] الطبری، محمد بن جرير، **تاريخ الرسل والملوك (تاريخ الطبري)** (بیروت: دار التراث، 1387ھ) 368/2۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

عملی وتاریخی مثال

اس کی بہترین تاریخی مثال "میثاقِ مدینہ" اور "فتحِ مکہ" کا درمیانی فاصلہ ہے۔ مکہ کی گھاٹیوں میں تین سالہ معاشی و سماجی بائیکاٹ کے وقت بظاہر حق کا چراغ بجھتا ہوا محسوس ہوتا تھا، لیکن ہلال کے بتدریج کامل ہونے کی طرح وہی محدود و مظلوم گروہ چند سالوں میں مدینہ کی ریاست کی صورت میں ابھرا اور بالآخر بغیر کسی خون خرابے کے فتحِ مکہ کے ذریعے ایک عالمی تہذیب کا بانی بنا۔

اسلام میں وقت محض ایام کا گزرنا نہیں بلکہ الہٰی سنن اور انسانی بیداری کا ایک متحرک، معنوی اور تجدیدی عمل ہے۔ ہلال کی نوخیز روشنی ثابت کرتی ہے کہ باطل اور ظلم کی تاریکی جتنی بھی گہری ہو، سچائی کے نور کا غلبہ ایک حتمی کائناتی قانون ہے۔ نبوی دعوت کا شعبِ ابی طالب کی محدود فضا سے عالمی افق تک پھیلنا ظاہر کرتا ہے کہ حق کی کامیابی دفعتاً نہیں بلکہ پائیدار ارتقاء کی مرحلہ وار مرہونِ منت ہوتی ہے۔ ربیع الاول کا نیا چاند موجودہ دور کے زوال پذیر مسلمانوں کے لیے مایوسی کے خاتمے اور فکری و اخلاقی تجدید کا پیغام دیتا ہے۔ پیامِ امانت کا عالمی سطح پر پھیلنا اس بات کا محکم ثبوت ہے کہ نبوی فکر کسی خاص خطے، زبان یا نسل تک محدود نہیں۔ گھاٹیوں کی بے بسی سے کرۂ ارض کی قیادت تک کا سفر یہ باور کراتا ہے کہ نظریاتی پختگی اور امانت داری بالآخر مادی طاقتوں کو تسخیر کر لیتی ہے۔

"امینِ امت" اور امت کا وجودی و منصبی معاہدہ

قرآنِ حکیم نے امتِ مسلمہ کو ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾[13] کے عالمگیر اور افتخاری عنوان سے سرفراز کیا ہے، تاہم یہ لقب کسی برتری یا نسلی تفاخر پر مبنی نہیں، بلکہ ایک کڑا اور مشروط منصب ہے۔ اس کی افضلیت کا تمام تر دارومدار "امر بالمعروف" (خیر کی ترویج) اور "نہی عن المنکر" (شر کی روک تھام) کی ہمہ گیر اور مسلسل جدوجہد پر ہے۔ اس تناظر میں امت کا بحیثیتِ مجموعی "امینِ امت" (نبی کریم ﷺ) کے ساتھ تعلق محض روایتی یا جذباتی نہیں بلکہ ایک باضابطہ دینی، اخلاقی اور عمرانی میثاق ہے۔[14] اس معاہدے کی بنیادی عمارت تین محکم ستونوں پر قائم ہے:

1. علمی امانت: وحیِ الٰہی کے آفاقی حقائق، معارف اور احکام کو بغیر کسی لغوی، معنوی یا مفاہیمی تحریف کے دنیا کے سامنے بحسن وخوبی پیش کرنا۔[15]
2. عمل داری کی امانت: انفرادی کردار سے لے کر اجتماعی وریاستی سطح تک عدلِ اجتماعی کی حکمرانی اور قانون کی بالادستی قائم کرنا۔[16]
3. پاسبانیِ بشریت: بلاامتیازِ رنگ، نسل و مذہب دنیا کے تمام مظلوم و مستضعف طبقات کی دادرسی کرنا اور انہیں ظالموں کے استبداد اور ساہوکارانہ استحصال سے

[13] القرآن الكريم، سورة آل عمران، الآية: 110-
[14] مودودی ،سید أبو الأعلی ، **تفهيم القرآن** (لاہور: اداره ترجمان القرآن، 2006ء) 288/1-
[15] ابن كثير،**تفسير القرآن العظيم**،101/2-
[16] القرطبي،**الجامع لأحكام القرآن**،170/4-

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

نجات دلانا۔[17]

قرآنی آیت کا ساختار ثابت کرتا ہے کہ خیرِ امت کا عنوان ذاتی یا نسلی شرف نہیں بلکہ ایک معروضی وظیفہ ہے جو کاوش ختم ہونے پر سلب ہو جاتا ہے۔ امینِ امت ﷺ کے ساتھ مسلم معاشرے کا تعلق محض عقیدت نہیں بلکہ علمی، سیاسی اور اخلاقی ذمہ داریوں کا ایک دو طرفہ عمرانی میثاق ہے۔ وحی کی بلا کم و کاست ابلاغی امانت داری فکرِ اسلامی کے فکری تسلسل کو ہر دور میں تحریف اور بیرونی نظریاتی غلبے سے محفوظ رکھتی ہے۔ عمل داری کی امانت یہ باور کراتی ہے کہ اسلام کی حقیقی شناخت صرف عبادات نہیں بلکہ ایک شفاف اور غیر جانبدارانہ اجتماعی قانون کا نفاذ ہے۔ مظلومینِ جہان کی پاسبانی کا فریضہ اسلامی ریاست کو بین الاقوامی سطح پر ظالم و جابر قوتوں کے خلاف اخلاقی ڈھال بناتا ہے۔ موجودہ دور میں مسلم امت کا فکری و سیاسی زوال اس بات کا نتیجہ ہے کہ اس نے منصبِ امانت کو بھول کر خود کو محض ایک روایتی گروہ میں تبدیل کر لیا ہے۔

اس سہ گانہ امانت کی سب سے کامل اور روشن مثال **ریاستِ مدینہ کا قیام اور خطبۂ حجۃ الوداع** ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تحریف سے پاک علمی والہامی ہدایت کے تحت مدینہ میں ایک ایسا عدل پر مبنی معاشرہ تشکیل دیا جہاں ایک عام بدو بھی خلیفہ سے سوال کر سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی، فتحِ مکہ کے موقع پر خون کی پیاسی قریش کو عمومی معافی دینا اور رنگ و نسل کے تمام تفاوت کو ختم کر کے بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چھت پر اذان کا شرف دینا "پاسبانِ بشریت" اور "عدلِ اجتماعی" کی عملی اور لازوال تاریخ ہے۔

باب چہارم: "امینِ امت" کا انتظامی، معاشی اور عدالتی فریم ورک

۴۔ معاشی شفافیت اور نبوی منڈی کا فریم ورک

ریاستِ مدینہ کی بنیاد رکھتے ہی نبی کریم ﷺ نے جس معاشی ماڈل کی بنیاد رکھی، اس کا روحِ رواں "امانت داری" اور "عدمِ استحصال" تھا:

معاشی قانون/ضابطہ	نبوی فرمان/سیرت کا واقعہ	معاشی و عمرانی اثر
دھوکہ دہی کا مطلق خاتمہ	((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا))[18]	خریدار اور فروخت کنندہ کے درمیان اعتماد کی بحالی
ذخیرہ اندوزی کی ممانعت	((لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ))[19]	مصنوعی مہنگائی اور بلیک مارکیٹ کا مکمل خاتمہ

[17] ابن ہشام، **السيرة النبوية**، 134/1۔
[18] مسلم بن الحجاج القشيري، **الجامع الصحيح المسلم**، كتاب الإيمان، باب قول النبيﷺ من غشنا فليس منا (بيروت: دار إحياء التراث العربي، سن) حديث: 101۔
[19] القشيری، **الجامع الصحيح المسلم**، كتاب المساقاة، باب تحريم الاحتكار في القوت، حديث: 1605۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

سود کا مکمل ابطال	خطبہ حجۃ الوداع میں تمام سودی لین دین کی منسوخی[20]	معاشی سرمائے کا ارتکاز روکنا اور مساوی تقسیم
پیمائش اور ناپ تول میں امانت	﴿وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ﴾[21]	بازار میں دیانت داری کے ذریعے مارکیٹ کی ساکھ کا قیام

حکمرانی، میرٹ اور مناصب کی امانت

موجودہ دور کا سب سے بڑا انتظامی المیہ اقربا پروری اور نااہل افراد کو عہدے سونپنا ہے۔ "امینِ امت" ﷺ نے انتظامی امور میں امانت کو میرٹ (الكفاءة) کے ساتھ جوڑا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جب نبی کریم ﷺ سے کسی علاقے کی امارت یا سرکاری عہدے کی درخواست کی، تو آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا:

يا أبا ذر، إنك ضعيف، وإنها أمانة، وإنها يوم القيامة خزي وندامة، إلا من أخذها بحقها وأدى الذي عليه فيها[22]

اے ابوذر! تم کمزور ہو، اور یہ عہدہ ایک امانت ہے، اور قیامت کے دن یہ رسوائی اور ندامت کا سبب ہوگا، سوائے اس شخص کے جس نے اسے اس کے حق کے ساتھ لیا اور اس کی ذمہ داریاں پوری کیں۔

آپ ﷺ نے پیار اور محبت کے باوجود حضرت ابوذرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو انتظامی عہدہ نہیں دیا، لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ جیسے نوجوانوں کو ان کی انتظامی و عسکری صلاحیتوں کی بنیاد پر سپہ سالار مقرر فرمایا۔ یہ طرزِ عمل ثابت کرتا ہے کہ امینِ امت کے نزدیک سرکاری منصب اور عوام کے حقوق کوئی ریوڑیاں نہیں جو اپنوں میں بانٹی جائیں، بلکہ یہ ایک باقاعدہ شرعی و اخلاقی امانت ہیں۔

عدالتی مساوات اور بلاامتیاز انصاف

احادیثِ مبارکہ اسلامی عدالتی تاریخ اور قانون کی بالادستی کا عظیم ترین اور آفاقی منشور ہے۔ سیرۂ نبوی ﷺ کے مکی و مدنی ادوار میں عدلِ اجتماعی کو بنیادی اہمیت حاصل رہی۔ فتحِ مکہ کے موقع پر بنو مخزوم (جو قریش کا ایک انتہائی بااثر، صاحبِ اقتدار اور معزز قبیلہ تھا) کی ایک خاتون "فاطمہ بنت الاسود" چوری کے جرم میں ملوث پائی گئی۔ قریش کے سرداروں کے لیے یہ بات انتہائی ناگوار تھی کہ ان کے اتنے بڑے قبیلے کی خاتون پر حدِ سرقہ (شریعت کی حد) لاگو کی جائے اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔

[20] محمد بن اسماعيل البخاری،**الجامع الصحيح البخاری**،كتاب الحج،باب الخطبة أيام منى(بيروت:دار طوق النجاة،1422ھ) حديث:1741۔
[21] القرآن الكريم، سورة الانعام، الآية: 152۔
[22] القشيرى،**الجامع الصحيح المسلم**،كتاب الإمارة،باب كراهة الإمارة بغير ضرورت،حديث:1825۔

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

قریش نے آپ ﷺ کی حد درجے محبت اور شفقت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (جنہیں "حبُّ رسولِ اللہ" یعنی رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین صحابی کہا جاتا تھا) کو سفارش کے لیے بھیجا۔ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں نرمی کی بات کی تو نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ ﷺ نے انتہائی جلال اور اصولی مؤقف کے ساتھ ارشاد فرمایا: "کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے معاملے میں سفارش کر رہے ہو؟" اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو جمع فرما کر وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس نے اشرافیت، طبقاتی ترجیحات اور خاندانی عصبیتوں کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں۔

إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ،أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الحَدَّ، وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا [23]

تم سے پہلی قومیں صرف اس وجہ سے ہلاک و برباد ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا (بااثر یا امیر) شخص چوری کرتا تو اسے (بغیر کسی سزا کے) چھوڑ دیتے تھے، اور جب ان میں سے کوئی کمزور (غریب یا بے بس) چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں یقیناً اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

یہ حدیثِ مبارکہ ثابت کرتی ہے کہ اسلام کے عدالتی نظام میں حاکم، محکوم، امیر، غریب، نسبی اور خاندانی شرف کے تمام تفاوت قانون کے سامنے مکمل طور پر کالعدم ہیں۔ حدود اور شرعی سزاؤں میں سیاسی یا جذباتی سفارش کو سختی سے رد کر کے نبی کریم ﷺ نے عدلیہ کی مکمل خود مختاری کا سنگِ بنیاد رکھا۔ سابقہ اقوام کی ہلاکت کی وجہ دوہرا عدالتی معیار قرار دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ طبقاتی انصاف ہی معاشروں کی تباہی کا اصل سبب بنتا ہے۔ اپنی سب سے پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مثال پیش کر کے آپ ﷺ نے کائنات کے حکمرانوں کو یہ سبق دیا کہ قانون کا نفاذ ہمیشہ اپنے گھر سے شروع ہونا چاہیے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی محبوبیت کے باوجود ان کی تنبیہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ امانتِ حکومت اور نفاذِ عدل کے مقابلے میں شخصی علائق کی کوئی حیثیت نہیں۔ موجودہ دور کے نام نہاد جمہوری یا آئینی نظاموں میں بااثر طبقے کو ملنے والے استثناء کا خاتمہ صرف اسی نبوی چارٹر پر عمل پیرا ہونے سے ہی ممکن ہے۔

باب پنجم: دورِ حاضر کا بحرانِ اعتماد، نبوی حل

اکیسویں صدی کے موڑ پر کھڑی جدید انسان کی تہذیب جہاں مادی، سائنسی اور تکنیکی ارتقاء کے اوجِ ثریا پر گامزن ہے، وہیں دوسری طرف مسلم و غیر مسلم دونوں

[23] البخاری، **الجامع الصحيح البخاری** كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث أسامة بن زيد، حديث: 3475؛ نیز ملاحظہ ہو: (كتاب الحدود، باب إقامة الحدود على الشريف والوضيع، حديث: 6788)؛ القشيري، **الجامع الصحيح المسلم**، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره والنهي عن الشفاعة في الحدود، حديث: 1688؛ أبو داود، سليمان بن الأشعث، **سنن أبي داود**، كتاب الحدود، باب في الشفاعة في الحدود (بيروت: المكتبة العصرية ،سن)، حديث: 4373؛ الترمذی، محمد بن عيسى، **الجامع الكبير (سنن الترمذي)** (بيروت: دار العرب الاسلامی، 1998ء) أبواب الحدود، باب ما جاء في كراهية الشفاعة في الحدود، حديث: 1430۔

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

معاشرے شدید اخلاقی، معاشی، سیاسی اور نفسیاتی بحرانوں کے گرداب میں گھرے ہوئے ہیں۔ اس عالمگیر زوال، طبقاتی ناہمواری، ادارہ جاتی کرپشن اور معاشرتی انحطاط کی سب سے بڑی اور بنیادہ جڑ **"تضییعِ امانت"** (خیانت، ذمہ داریوں کا عدم احساس اور امانت داری کا خاتمہ) ہے۔ جب انسان اور معاشرہ امانت کو صرف مالیاتی لین دین تک محدود کر دیتا ہے اور منصب، اقتدار، عدل، علم اور معاشرتی حقوق کی امانت داری کو فراموش کر بیٹھتا ہے، تو نظامِ عالم کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے چودہ سو سال قبل انسانی تاریخ کے اس عظیم المیے کی پیشین گوئی فرماتے ہوئے خبردار کر دیا تھا کہ جب امانت ضائع کر دی جائے تو کائنات اور معاشرے کی تباہی و قیامت کا انتظار کرو۔

إِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ[24]

جب امانت ضائع کر دی جائے (اور نااہلوں کے سپرد کر دی جائے)، تو قیامت (معاشرتی و اجتماعی تباہی) کا انتظار کرو۔

اسلام میں امانت صرف مالیات نہیں بلکہ مناصبِ عامہ، قانون، عدل اور حکمرانی کا ایک عظیم الشان معاشرتی اور اخلاقی میثاق ہے۔ اکیسویں صدی کی تمام تر مادی و سائنسی ترقی کے باوجود انسانیت کی تباہی کی اصل وجہ معاشی واداری سطح پر امانت داری کا فقدان ہے۔ حدیثِ نبوی میں "الساعة" سے مراد صرف عالمگیر قیامت نہیں بلکہ کسی بھی قوم اور ریاستی نظام کی اخلاقی و معاشی تباہی اور زوال ہے۔ حدیث کے اگلے حصے کے مطابق نااہل افراد کو منصب دینا خیانت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، جو موجودہ دور کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ نبوی بصیرت یہ ثابت کرتی ہے کہ اخلاقی امانت داری کے بغیر حاصل ہونے والی مادی پیشرفت بالآخر خود تباہی کا باعث بنتی ہے۔ عصری مسلم و غیر مسلم دنیا کو موجودہ انحطاط سے نکالنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مناصب اور عدل میں امانت داری کو دوبارہ نافذ کیا جائے۔

ربیع الاول کا چاند طلوع ہو کر ہر سال امتِ مسلمہ اور دنیا بھر کے انسانوں کو یہ دعوت دیتا ہے کہ اگر وہ بربادی سے بچنا چاہتے ہیں تو انہیں "امینِ امت" کے قائم کردہ نظامِ امانت کی طرف لوٹنا ہوگا۔ ہر فرد کو اپنے دائرہ کار میں "امین" بننا ہوگا۔ استاد، تاجر، ڈاکٹر، سیاست دان اور محقق سب کو یہ احساس بیدار کرنا ہوگا کہ ان کا منصب اور علم ان کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ تمام ملکی و قومی اداروں میں تقرریوں کی بنیاد سفارش اور عصبیت کے بجائے صرف اور صرف صلاحیت، دیانت داری اور میرٹ (کفاءت) پر رکھی جائے۔ ایک ایسا عالمی اخلاقی و معاشی نظام مرتب کیا جائے جو غریب ممالک اور مظلوم انسانوں کے استحصال کے بجائے باہمی اعتماد اور عدل پر مبنی ہو۔

[24] البخاری، **الجامع الصحیح البخاری**، کتاب العلم، باب من سُئل علماً وهو مشغول في حديثه فأتم الحديث ثم أجاب السائل، حديث: 59۔ نیز ملاحظہ ہو: (کتاب الرقاق، باب إِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، حديث: 6496)؛ الإمام أحمد بن حنبل، المسند (بيروت: مؤسسة الرسالة، سن) مسند أبي هريرة رضي الله عنه، حديث: 8729، 380/14؛ احمد بن على بن حجر العسقلاني، **فتح الباري شرح صحيح البخاری** (بيروت: دار المعرفة، سن) 1/142-143۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

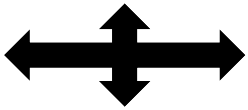

عصری بحران اعتماد

اداراتی و سیاسی فساد

اخلاقی و معاشی تنزلی

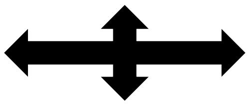

حل: نبوی فریم ورک امانت

معاشی دیانت داری

میرٹ اور شفافیت

عدل اجتماعی

خلاصہ بحث

ربیع الاول کا مبارک ہلال صرف ایک تاریخی ولادت کا جشن نہیں، بلکہ یہ کائناتی افق پر "امانتِ الٰہیہ" کا طلوعِ نو ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں صفتِ امانت محض بعثت سے پہلے کا ایک اخلاقی وصف نہیں تھا، بلکہ یہ وہ اساسی اور بنیادی فریم ورک تھا جس پر ریاستِ مدینہ کا پورا عمرانی، معاشی، عدالتی اور سیاسی فریم ورک قائم کیا گیا۔ آج جب انسانیت اور بالخصوص امتِ مسلمہ بحرانِ اعتماد، معاشی ناانصافی اور اخلاقی انتشار کا شکار ہے، تو ربیع الاول کے چاند کی شعاعیں ہمیں اس بات کا درس دیتی ہیں کہ جب تک ہم اپنی فردی اور اجتماعی زندگیوں میں "الامین" ﷺ کی قائم کردہ اقدار، شفافیت، میرٹ، معاشی عدالت اور دیانت داری کو نافذ نہیں کریں گے، اس وقت تک نہ تو امت کا کھویا ہوا وقار بحال ہو سکتا ہے اور نہ ہی دنیا کو امن میسر آ سکتا ہے۔ ربیع الاول کا چاند ہمیں محض گزرے ہوئے زمانوں کا معتقد بنانے نہیں آتا، بلکہ ہمیں "امینِ امت" کے نقشِ قدم پر چلا کر خود "امینِ عصر" بنانے کا تقاضا کرتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. القرآن الکریم۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research
Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

2. ابن اسحاق، محمد۔ سیرۃ ابن إسحاق (السیر والمغازي) تحقیق: سہیل زکار۔ بیروت: دار الفکر، 1978ء۔
3. ابن کثیر، عماد الدین إسماعیل بن عمر۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1419ھ۔
4. ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنھایۃ۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربي، س ن۔
5. ابن ھشام، عبد الملک۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام۔ القاھرۃ: مصطفی البابي الحلبي، 1955ء۔
6. أبو داود، سلیمان بن الأشعث۔ سنن أبي داود۔ بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س ن۔
7. احمد بن حنبل۔ المسند۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، س ن۔
8. البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح البخاری۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔
9. البغدادی، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبری۔ بیروت: دار صادر، 1968ء۔
10. البیھقي، أحمد بن الحسین۔ دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1405ھ۔
11. البیھقي، احمد بن الحسین۔ السنن الکبری۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، س ن۔
12. الترمذی، محمد بن عیسی۔ الجامع الکبیر (سنن الترمذي)۔ بیروت: دار العرب الاسلامی، 1998ء۔
13. الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الرسل والملوک (تاریخ الطبري)۔ مصر: دار المعارف، 1387ھ۔
14. الطبری، محمد بن جریر۔ جامع البیان عن تأویل آي القرآن۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2000ء۔
15. العسقلانی، احمد بن علی بن حجر۔ فتح الباري شرح صحیح البخاری۔ بیروت: دار المعرفۃ، س ن۔
16. القرطبّي، محمد بن أحمد۔ الجامع لأحکام القرآن۔ القاھرۃ: دار الکتب المصریۃ، 1964ء۔
17. القشیری، مسلم بن الحجاج۔ الجامع الصحیح المسلم۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربي، س ن۔
18. المبارکپوری، صفي الرحمن۔ الرحیق المختوم۔ منصورۃ: دار الوفاء، 2005ء۔
19. مودودی، سید أبو الأعلی۔ تفہیم القرآن۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2006ء۔